سلسلۂ قادریہ

شیخ المشائخ حضرت شاہ جلال قادری قدس سرّہ العزیز

آپ قصبہ فیروز پور جھرکہ میں تغلق عہد سلطنت میں تشریف لائے، جو ماضی میں بھی میوات کی مرکزی جگہ تھی اور اب بھی ہے۔ تاریخ وفات ۸۹۸ھ ہے اور کچھ آپ کے متعلق معلوم نہ ہو سکا۔

حضرت شاہ محمد رمضان شہیدؒ

ولادت: ۱۱۸۳ھ ۱۷۶۹ء قصبہ مہم ضلع روہتک۔

شہادت: ۲۸ر جمادی الاول ۱۲۴۰ھ ۱۸ر جنوری ۱۸۲۵ء مندسور وسط ہند (گجرات)

مرقد: خانقاہ مہم ضلع روہتک۔

محمد رمضان نام تاریخ پیدائش کا مظہر ہے، آپ کی تصنیف آخر گت کا شعر ہے ؎

محمد اور رمضان دونوں ملیں　　ہزار اور یک صد تراسی بنیں

بچپن آپ شاہ عبدالعظیم مجذوب بن شاہ عبدالحکیم مہمی بن شاہ لطف اللہ الملقب بہ عطا محمد خان سہ ہزاری اور نائب صوبے دار لاہور کے فرزند اکبر تھے، ابھی آپ چار سال کے تھے کہ درویش منش فاضل دادا کا انتقال ہوگیا، والد مجذوب تھے، چنانچہ آپ کی تربیت کا بار تمام تر آپکی والدہ ماجدہ پر پڑا۔ خاندان کے معمول کے مطابق آپ نے ابتدائی تعلیم

؎ حیات الابرار مخطوطہ

اپنی والدہ سے پائی، آپ کی والدہ آپ کو اور اپنے مجذوب شوہر کو لیکر ہر سال چند ماہ کے لئے موضع کانپور چلی جایا کرتی تھیں، مسلم راجپوتوں کا یہ قصبہ مہم سے پندرہ میل کے فاصلہ پر ضلع رہتک میں واقع ہے۔ اُن دنوں راجپوت ٹولیاں بنا کر لوٹ مار کیا کرتے تھے جو کچھ لُوٹ کر لایا کرتے اس کا دسواں حصّہ شاہ عبدالعظیم مجذوب کی خدمت میں پیش کر دیتے۔

حضرت ہادی ہریانہ؟ چودہ سال کے تھے کہ ایک واقعہ پیش آیا، ایک روز کاہنور میں اپنے ہم عمروں کے ساتھ کھیل رہے تھے آپنے ایک پتھر اٹھا کر پھینکا کہ درخت سے اوپر ہوتا ہوا دوسری طرف چلا جائے تین دفعہ کوشش کے بعد ناکام رہے، ایک ہمجولی نے کہا: "اگر میں پھینکدوں تو کیا انعام دوگے؟"۔ آپ نے فرمایا: "پاس تو کچھ نہیں البتہ تمہارے مرنے کے بعد دو رکعت نفل نماز پڑھکر تمہاری روح کو بخش دوں گا!" وہ ہمجولی پتھر پھینکنے میں کامیاب ہوگیا اور واہ واہ کے بعد بات آئی گئی ہوگئی۔ قضاء الٰہی کچھ روز بعد وہ لڑکا فوت ہوگیا، آپ نے وعدہ پورا کیا۔ مگر رات کو خواب میں دیکھا کہ مرحوم ایفاء وعدہ کا مطالبہ کر رہا ہے، بیدار ہوکر آپنے دوگانہ پڑھا اور اس کا ثواب روح کو بخشدیا، مگر رات کو پھر مطالبہ ہوا۔ غرض کئی مرتبہ ایصال ثواب کیا اور ہر مرتبہ مرحوم کو مطالبہ کرتے ہوئے پایا، آپ نے اس کے سبب پر غور کیا تو اس نتیجہ پر پہنچے کہ نذرانوں میں دھاوے کی لُوٹ کا مال آتا ہے اور وہ شرعاً حرام ہے، اور یہی رزقِ حرام قبولِ دعا میں حارج ہے۔ والدہ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: "ہم جو کچھ کھاتے ہیں وہ جائز نہیں"، اس بے سہارا خاتون نے جواب دیا: "یہاں تو یہی ہے اگر ہمت ہے تو کہیں حلال روزی تلاش کرو"، آپ اسی وقت والدہ سے

اجازت لے کر بغیر کچھ کھائے پیے چل کھڑے ہوئے اور پاپیادہ دہلی جا پہنچے[۵]

حصول تعلیم

ان دنوں آپ کے خاندان کے ایک بزرگ حضرت شاہ سلام اللہ، جو بعد میں ہادی ہریانہ کے خسر ہوئے۔ قلعہ معلی دہلی میں شہزادیوں کی تعلیم پر مامور تھے، ان کی وساطت سے آپ شاہ عبدالقادر دہلویؒ کے حلقۂ درس میں شامل ہو گئے اور چودہ سال تک علوم ظاہری و باطنی سے فیض یاب ہوتے رہے، ہفتہ میں دو بار، منگل اور جمعہ کو، شاہ عبدالقادر دہلویؒ کے برادر بزرگ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے استفادہ کرتے رہے اور آپ سے سبقاً سبقاً آپ کے والد ماجد امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی تصانیف، قول الجمیل اور کتاب انتباہ پڑھیں، اور دونوں کی اجازت پائی، دہلی میں یہ سلسلہ تعلیم ۱۱۹۷ھ سے ۱۲۱۱ھ (۱۷۸۳ء سے ۱۷۹۶ء) تک چودہ سال جاری رہا، شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اور شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ کے علاوہ آپ نے مندرجہ ذیل بزرگوں سے کسب فیض کیا:-

(۱) حکیم غلام حسین عرف حکیم سکھوا گوہانویؒ (۲) میر فتح علی شاہ دہلویؒ (۳) حضرت شائستہ خاں دہلویؒ (۴) حضرت شاہ غلام جیلانی صدیقی رہتکیؒ (۵) سید غلام قطب الدین فرخ آبادیؒ (۶) شاہ ارادت اللہ دہلویؒ (قصبہ بگڑ اسلام علاقہ مارواڑ کے رہنے والے تھے) (۷) شاہ محمد عبدالعظیم گیلانی لاہوری ثم پانی پتیؒ متوفی ۱۲۲۷ھ۔

---

۵ روضۃ الرضوان ص ۴۴ تا ۶۴

شاہ محمد رمضانؒ نے آپ کے سلسلۂ قادریہ کا اجرا کیا، قادریہ سلسلۂ طریقت اس طرح ہے: ہادی ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضان شہیدؒ، شاہ محمد عبدالعظیم گیلانی ثم پانی پتیؒ، سید حفیظ اللہ قادریؒ متوفی ۱۱۸۰ھ، شیخ فتح سکنہ بڑی کھاٹو علاقہ مارواڑ، شاہ عبداللطیفؒ، شیخ بدھاؒ، شیخ محمدؒ، شیخ اللہ دادؒ، شیخ عبدالقادر ثالثؒ، سید محمد غوثؒ، شیخ زین العابدینؒ، سید عبدالقادر ثانیؒ، میر شمس الدینؒ، مخدوم سید شاہ میرؒ، سید ببر علیؒ، سید مسعودؒ، سید صوفیؒ، سید ابونصرؒ، سید سیف الدین عبدالوہابؒ، حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ۔

شخصیت

آپ کا قد میانہ تھا، بازوؤں کے اعتبار سے ساونت تھے، یعنی بازو اس قدر طویل تھے کہ ہاتھ کی انگلیاں گھٹنوں کے قریب پہنچ جاتی تھیں، جسم بھرواں تھا، رنگ گندمی سرخی مائل، پیشانی چوڑی، ابرو کشادہ، سینہ فراخ، اور ریش قطع تھی، حضرت شاہ غلام جیلانی رہتکی فرمایا کرتے تھے کہ: "ہزاروں کوس کا سفر کیا، اچھی سے اچھی مخلوق الٰہی نظر سے گذری مگر آپ کی ظاہری صورت کا بھی کوئی انسان نہ دیکھا، باطنی اوصاف تو کجا" (روضۃ الرضوان) سفر حج کے لئے تشریف لے گئے، آپ کے رفقار سفر جو واپس آئے بیان کرتے تھے کہ آپ کی وجاہت اور شباہت کو دیکھ کر بعض عرب سرگوشیاں کر رہے تھے کہ ہندوستان کا بادشاہ ہے جو درویشوں کے بھیس میں آیا ہے۔

صاحب روضۃ الرضوان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مسٹر ولیم فریزر اور دہلی کے ریزیڈنٹ مسٹر آکٹر لونی کو حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

کا وعظ سُننے کا شوق ہوا، حضرت دہلویؒ نے اپنے وعظ میں خلفاء راشدینؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کے فضائل و مناقب بیان فرمائے اختتامِ وعظ پر آکٹرلونی نے دریافت کیا: کیا اب بھی مسلمانوں میں کوئی ایسا ہے جو صحابہؓ کے مشابہ ہو؟ آپ نے فرمایا: ہاں ہے، انھوں نے شوق زیارت کا اظہار کیا، تاریخ مقرر ہوگئی۔ ہم سے شاہ رمضانؒ کو بلا کر اندر بٹھالیا مگر انھیں بتایا کچھ نہیں، اس روز مدرسہ میں ایک جم غفیر تھا، مسٹر آکٹرلونی بھی آئے تھے حضرت شاہ صاحب دہلویؒ شاہ محمد رمضان کا ہاتھ پکڑے باہر نکلے اور فرمایا:

"میں اپنا وعدہ پورا کرتا ہوں، مثل اصحاب کرامؓ یہ صاحب میاں محمد رمضان صدیقی مہمی ہیں"۔

مجمع میں سے کسی نے پوچھا کہ مثل اصحاب کرامؓ، در سیرت یا در صورت؟

آپ نے فرمایا: "ہم در صورت و ہم در سیرت"۔

اس وقت شاہ محمد رمضان پر رقت طاری ہوگئی اور روتے ہوئے فرمایا: ہاتھی کا بوجھ گھوڑے پر رکھا جا رہا ہے[1]

ہادیٔ ہریانہ آپ کی زندگی کے سیکڑوں واقعات نقیب الاولیاءؒ اور روضۃ الرضوان میں درج ہیں، اگر ان کے ساتھ ان روایات کا ذکر کیا جائے جو اَب تک لوگوں کی زبانوں پر ہیں تو ایک ضخیم کتاب بن جائے۔ بزرگان دین سے متعلق روایات سینہ بہ سینہ چل کر کیا سے کیا بن جاتی ہیں

[1] روضۃ الرضوان ص ۶۷، ۶۸۔

گر اس پر حیرت ہے کہ آپ سے متعلق روایات نہ محیر العقول نہیں اور نہ انھوں نے آپ کو ایک افسانوی شخصیت بنایا، یہ زبانی روایات بنیادی طور پر آپ کی تعلیمات سے ہم آہنگ ہیں تاہم زبانی ہیں اس لئے کسی تاریخ کی کتاب کیلئے مستند شمار نہیں ہوسکتیں۔ آپ کے اتنے ٹھوس کارہائے نمایاں موجود ہیں کہ زبانی روایات کا سہارا لئے بغیر آپ کی سوانح عمری مرتب ہو سکتی ہے، آپ نے معاشرہ میں اتنی زیادہ اور ایسی خوشگوار تبدیلیاں کی ہیں جن کے اثرات اب تک محسوس کئے جا سکتے ہیں، بقول نقیب الاولیاءؒ:-

"ہریانہ، میوات اور سوتر کے ہزاروں کافر آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور بلا مبالغہ لاکھوں نے کفر و شرک سے آپ کے ہاتھ پر توبۃ النصوح کی" (ج ۲ دفتر ۲ ص ۵)

اور بقول حافظ محمود شیرانی:-

"وہ ہریانہ دیس کے صحیح معنوں میں مصلح اور ہادی ہیں، انکی عملی زندگی کے کئی پہلو ہیں یعنی فقہی، روحانی، اصلاحی اور ادبی" [1]

خان بہادر پیرزادہ ڈپٹی مظفر احمد فضلی حضرت ہادی ہریانہ کی شہادت کے ساٹھ پینسٹھ سال بعد ضلع حصار میں ضلع دار تھے، وہاں کے معمر راجپوتوں کی زبانی روایات اور ہادی ہریانہؒ کے زمانہ کی تحریروں اور نظموں وغیرہ کو سامنے رکھ کر اپنی تصنیف نقیب الاولیاء میں ضلع حصار کے علاقہ سوتر کے مسلم راجپوتوں کی حالت یوں بیان کی ہے:-

"عرب جاہلیت میں جیسا کہ قبیلہ قبیلہ کا بُت جدا تھا،

[1] ص ۹۷، بحوالہ لاہور اورینٹل کالج میگزین بابت فروری سنہ ۱۹۳۲ء

اسی طرح سوتر میں ہر کام کے لئے نئی بدعت اور نیا شرک قوم کا مسلمہ آئین ہو رہا تھا، کیا مرد کیا عورتیں، کھلے بندوں کفار کی رسوم کے پابند تھے، دھڑلّے سے مسلمان دیوی کو پوجتے تھے، پیپل، جنڈ، کیر کی پرستش کرتے تھے، آگ کو دیوی، چراغ کو دیوتا مانتے تھے..... اُن کا عقیدہ تھا کہ جس گھر میں آٹھوں پہر آگ موجود رکھی جائیگی وہ گھر نہ صرف افلاس کی تاریکیوں سے محفوظ رہے گا، بلکہ آگ کی جوت سے نعمتوں کی برکات کا نور اس گھر کے در و دیوار پر سورج بنکر چمکے گا۔"

یہی مصنف اپنی تصنیف 'سیمرغ' میں ہریانہ کے مسلم راجپوتوں کی معاشرتی حالت کا اس طرح نقشہ کھینچتے ہیں:۔

ہے جو ہریانہ میں قوم راجپوت — سربسر ہے میرے دعوی کا ثبوت
ان کا یہ آئین، یہ دستور تھا — ہر کوئی اس رسم پر مجبور تھا
لڑکی جب ہوتی تھی پیدا لاکلام — زندہ در گور اس کو کرتے تھے تمام
جانتے تھے کسر شان داماد کو — قتل کرتے دختر ناشاد کو
ہر قبیلہ میں یہ رسمِ عام تھی — زندگانی موت کا پیغام تھی
لڑکیوں ہی کی نہ تھی کچھ گت بری — شرک سے تھی ملک کی حالت بری
سیتلا کو پوجتے تھے جا بجا — یہ مرض گویا کہ اک معبود تھا
ہولی دیوالی مناتے تھے تمام — کافروں کی رسم پہ تھے خاص و عام
مانتے تھے بھوت کی پریوں کی ناز — جانتے تھے ان کو اپنا کارساز
زین خاں کی منتوں کا زور تھا — شرک میں کفار کا سب طور تھا
ہر گلی، کوچہ میں با شور و فغاں — تھا علم گوگا کی چھڑیوں کا نشاں
تھا کوئی لونا مچاری کا غلام — ٹونکوں میں جانتا تھا اپنا کام
شیخ سدو کی نیازوں کا تھا شور — مول تھا بکروں کا بس کچھ سے کچھ اور
ہر بشر کے شرک سے لیل و نہار — تھا زباں پر نعرۂ یا دم مدار
ٹھاکروں کی بھینٹ چڑھتی تھی کہیں — غیر کے سجدے میں گھستے تھے جبیں
گودتے تھے نیل سے اپنا بدن — اک نئی تصویر تھا ہر عضو تن
میتوں پر سوگ کرتے سال بھر — بَین کرتے ان کے حال و قال پر
جانتے تھے دست بردی کو کمال — شیرِ مادر تھا انھیں غیروں کا مال

ان ابیات میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ محض شاعری نہیں بلکہ اس وقت کے ایک ہریانوی مصنف حافظ رحمت خاں کی کتاب 'تحفۂ ایمانی' اور حضرت ہادئ ہریانہ کی تصانیف سے اس کے حرف حرف کی تصدیق و تائید ہوتی ہے۔ اس میں آگے ہادئ ہریانہ کی تحریک کا کارنامہ بیان کرتے ہیں کہ اس نے ہر مذموم رسم کا خاتمہ کیا اور پوری طرح اس کا استیصال کر دیا۔

غیب سے ظاہر ہوا ابرِ کرم — جس کا سر مرکز تھا نیسانِ ہمم
حضرت رمضانؒ نے باعزم درست — وعظ پر باندھی کمر ہمت کی چست
قوم کو تعلیم کی تلقین کی — قوم کو باتیں سکھائیں دین کی
ان کو سمجھایا مفصل کھول کر — ٹھیٹ موٹی ان کی بولی بول کر
ہو گئی اک آن میں کایا پلٹ — شرک و بدعت کا گیا دفتر الٹ
گُل ہوا رسم جہالت کا چراغ — ہو گیا سرسبز پیغمبر کا باغ
لڑکیاں لڑکوں سے پیاری ہو گئیں — باغ میں پھولوں کی کیاری ہو گئیں

شدھی میں ڈنکا بجا اسلام کا | راجپوتوں کا فلک پر غل ہوا
اوندھے چوکھے دیوتاؤں کے ہوئے | ڈیڑھ ہونے ماسواؤں کے ہوئے
زین خاں نے کی رہِ ملکِ فرار | لب کو کھولا نعرۂ یا ذم مدار
کفر پر غالب ہوا حق کا چلن | شیخ سدو کا ہوا بکرا ہرن
گُل ہوا دیبی کی منت کا چراغ | ہے دلِ شیطاں میں حسرت کا یہ داغ
سرنگوں گوگا کا جھنڈا ہوگیا | جوشِ نارِ جہل ٹھنڈا ہوگیا

اگر اس وقت ان قبائل کو ان کی حالت پر چھوڑ دیا جاتا تو اس کا قوی امکان تھا کہ ۱۸۰۳ء میں مسلمانوں کے ہاتھ سے زمام حکومت جانے بعد یہ اپنی قدیم حالتِ کفر پر لوٹ جاتے اس طرح خود بھی خسارے میں رہتے اور مسلمان بھی ان لاکھوں جری بہادروں سے محروم رہ جاتے مگر خدا کو یہ منظور نہ تھا یہ حقیقت ہے کہ شاہ محمد رمضانؒ کی اصلاحی تحریک کی بدولت دولتِ ایمان سے مالا مال ہونے کے علاوہ اب یہی قبائل تمدنی، معاشی اور اخلاقی اعتبار سے اپنے ہم نسل ہندو راجپوتوں سے بدرجہا بہتر ہیں۔

کارکنوں کی تربیت

ہر مصلح کو تحریک چلانے کے لئے کارکن درکار ہوتے ہیں۔ آپ نے مسلم راجپوتوں ہی میں سے چن چن کر ان لوگوں کو تربیت دی جو فطرتاً نیک اور اپنے گھناؤنے ماحول سے بیزار تھے، تحریک کے ارکان میں ایسے کارکن بھی پائے جاتے ہیں جو پہلے ہندو یا عیسائی تھے اور آپکے دست حق پرست پر اسلام لاکر ایک نو مسلم کے سے جوش اور ولولے سے کام کرتے تھے، آپ ہر طالب کو بیعت نہیں کرتے تھے مگر جسے بیعت کرلیتے وہ آپ کے رنگ میں رنگ جاتا۔ گرمی میں اپنے آبائی محل کے تہ خانے میں قیام ہوتا تھا، وہیں بیسیوں درویش آپ کے زیر تربیت رہتے تھے، باقی درویش محلہ اور شہر کی مساجد میں ذکر الٰہی میں مشغول رہتے، درویشوں کی یہ جماعت خود کھیتی گیاری کرکے اپنے اور مسافروں کے لئے غلہ مہیا کرتی کھیتی کیلئے زمین مسلم راجپوتوں نے دے رکھی تھی جسے دوحصلی کہتے تھے، ان دوہلیوں کے سرکاری واجبات اہل دہ ادا کرتے، اور آمدنی تحریک کا سرمایہ ہوتی تھی۔ ان میں سے ہمہ، کاہنی، بوٹھی، رانگ اور خانک کی دوہلیاں ۱۹۴۷ء تک شاہ محمد رمضانؒ کے ورثاء کے پاس تھیں۔ مسافر خانے میں ایک ایک وقت سو سو درویش مسافر روز طعام پاتے اور آپ روکھی سوکھی پر بسر اوقات کرتے، صبح چنے کی روٹی چھاچھ کے ساتھ اور شام کو نمکین دلیہ یا گڑ کا دلیہ آپکی عام خوراک تھی، آپکی اہلیہ خود چکی میں اناج پیسا کرتی اور سوت کاتا کرتی تھیں، حالانکہ ان خاتون کے والد ماجد حضرت شاہ سلام اللہ کا شمار دہلی کے رؤسا میں ہوتا تھا۔

درویشوں کی جماعت میں احمد نامی ایک گاڑی بان تھا جو ہندو یوگی سے مسلمان ہوکر آپکی خدمت میں رہتا، اور آپکی رتھ چلایا کرتا تھا۔ اس کی ناز برداریاں دیکھکر ایک بار آپکے پیرومرشد سید محمد عبدالعظیم لاہوری ثم پانی پتیؒ نے فرمایا: "میں نے بار ہا سوچا کہ تمہارے پاس سیکڑوں آدمی کیونکر کھنچے چلے آتے ہیں اور آکر جانے کا نام نہیں لیتے اور جو جاتے ہیں تو روتے ہوئے جاتے ہیں، آج معلوم ہوا کہ تمہارا حلم سب کو کھینچ لیتا ہے۔" (روضۃ الرضواں ص ۸۵)

ان درویشوں میں ایک انگریز یا فرانسیسی بھی تھا جو دہلی میں آپ کا وعظ سنکر مسلمان ہوا (نقیب الاولیاء نیز سہ حرفی حافظ رحمت خاں)

❀ ❀ ❀

ایک تبلیغی دورہ

اپنے درویشوں کی معیت میں آپ سال کے گیارہ مہینے وطن سے باہر رہتے۔ ایک تبلیغی دورے کا تذکرہ روضۃ الرضوان میں ہوا ہے اور تفصیل نقیب الاولیا، جلد دوم دفتر دوم میں دی ہوئی ہے اقتباسات آخرالذکر کتاب سے ہیں:-

"ایک مرتبہ آپ ہانسی حضرت قطب جمال ہانسویؒ کی درگاہ میں قیام فرما تھے، عرس کا موقع تھا، علاقہ علاقہ کے لوگ حصولِ فیض کے لئے آپکی خدمت میں حاضر ہو رہے تھے، ضلع حصار کے علاقہ سوتر کا ایک وفد آیا، اس وفد میں شاہ محمد بودلہ، مولوی نور محمد سکنہ رانیہ، حافظ رحمت خاں سکنہ موسی کھیڑہ۔ اور قاضی غلام محمد فتح آبادی بھی تھے، انھوں نے عرض کیا: آپ کے فیض برکات سے ہریانہ اور تمام ملک ایں سوئے حصار رسوم قبیحہ سے نجات پا چکا ہے، لوگ فسق و فجور سے تائب ہو چکے ہیں، دختر کشی کی دیرینہ رسم مفقود ہو چکی ہے، لیکن سوتر اور بھٹانہ میں ہنوز خاص و عام اسی بلا میں گرفتار ہیں" (ص ۴۹)

یہ باتیں سُنکر آپ بہت ملول ہوئے اور بارگاہِ ایزدی میں دست بدعا ہوئے۔ اگلے روز اپنے درویشوں کو لے کر ہانسی سے چل پڑے، راستے میں بستی بستی وعظ و تلقین فرماتے ہوئے بیگھڑ پہنچ گئے، یہ مسلم راجپوتوں کا قصبہ اور حصار کی تحصیل فتح آباد سے چار پانچ میل کے فاصلہ پر واقع پر تھا: یہاں آپ نے کئی روز قیام کیا، پہلے روز وعظ فرمار ہے تھے، سارنگ نامی نمبردار نے اٹھ کر کہا کہ ہمیں شریعت کے احکام ماننے میں کوئی عذر نہیں، مگر

اپنی لڑکیوں کو زندہ رکھ کر کسی کا سالا یا سُسر بننا ہمیں گوارا نہیں اور اپنے بزرگوں کی طرح ہمیں یہ بھی برداشت نہیں کہ چچازاد بہن کو نکاح میں لائیں۔

سارنگ اس علاقہ میں بااثر تھا اور اس کے ہمنیالوں کی بھی کمی نہ تھی، تاہم آپ کی شخصیت اور آپ کے وعظ کا کچھ ایسا اثر ہوا کہ وہاں کی اکثریت آپ کے ہاتھ پر اُن دونوں برائیوں اور دوسری مشرکانہ رسوم سے تائب ہو گئی۔ وہاں کے پڑھے لکھے لوگوں میں اپنی مصنّفات تقسیم کرائیں اور ہدایت فرمائی کہ انھیں محلہ محلہ اور گھر گھر پڑھ کر سُنایا جائے۔ دورانِ قیام گرد و نواح کے دیہات کے لوگ آکر آپ کے ہاتھ پر تائب ہوتے رہے یہاں آپ نے حافظ مستقیم کو اپنا خلیفہ بنایا اور پھر فتح آباد کا عزم کیا۔

اس تمام سفر میں ایک دیندار راجپوت حافظ رحمت خاں سکنہ موسی کھیڑہ آپ کے ہمراہ تھے، انھوں نے ایک سہ حرفی میں حضرت شاہ محمد رمضان کے فضائل اور کام کا ذکر کیا ہے، یہ سہ حرفی نقیب الاولیاء جلد دوم دفتر دوم میں نقل ہوئی ہے، حروفِ تہجّی کے اعتبار سے کل اٹھائیس بند ہیں جن میں سے ہم صرف تین یہاں نقل کرتے ہیں:-

(ع) عین عجائب تیرا سایا — جان تہہ دلّی وعظ سنایا
ہک فرنگی دوڑا آیا — ترت فرت ایماں لے آیا
ہور ہیں کی کراں بیان
حضرت ہادی شاہ رمضانؒ

(غ) غرور تکبّر والے — پینیدے جیڑے خمر پیالے
دیکھ تینوں ہوئے خوشحالے — تائب ہو چھڈن بد چالے
تابع تیرے جن و انساں
حضرت ہادی شاہ رمضاں

(ق) قصۂ ستّ دھیاں والا — قتل اولاد او نہادا چالا
مار دھیان کردے منہہ کالا — اوتھے گیوں تو کڈھ کنسالا
دیکھ تینوں ہوئے حیراں
حضرت ہادی شاہ رمضانؒ

ضلع حصار کے ایک علاقہ میں پنجابی زبان بولی جاتی ہے۔ بند (ع) میں اس فرنگی کا حوالہ ہے جو آپ کے درویشوں کی جماعت میں شامل ہوگیا تھا۔ بند (غ) میں مسلم راجپوتوں کی کثرت شراب نوشی کی طرف اشارہ ہے آج بھی ہریانہ کے ہندو راجپوتوں کے ہر گھر میں شراب کی بھٹی ہے۔ بند (ق) میں موضع جھنڈا علاقہ پٹیالہ کا وہ واقعہ بیان ہوا ہے جس کے خود حافظ رحمت خاں عینی شاہد تھے، رواج سے مجبور ہو کر ایک بدنصیب باپ اپنی چھ لڑکیوں کو پہلے دفن کرچکا تھا، اور اب ساتویں لڑکی کو دفن کرکے آرہا تھا، حضرت ہادی ہریانہؒ ایک جگہ وعظ فرمارہے تھے اور لوگ آآکر آپکے ہاتھ پر رسم دخترکشی سے تائب ہورہے تھے، یہ شخص بھی روتا ہوا آیا اور تمام ماجرا بیان کیا، آپ اسی وقت قبرستان تشریف لے گئے، قبر کھدوائی تو لڑکی ایک مٹی کے برتن میں زندہ پائی گئی، اسے باپ اپنے گھر لے گیا۔

حکیمانہ تبلیغ کے اثرات

بچپن میں آپ کا قیام مسلمان راجپوتوں کے قصبہ کاہنور میں اکثر رہا، یہاں رہ کر آپ نے ان قبائل کی زندگی کا ہر پہلو دیکھا ان کی نفسیات سے واقف ہوئے، ان کی زبان پر بھی قدرت حاصل کی، اس ہریانوی زبان کا کرخت لہجہ عوام کی فطرت سے ہم آہنگ تھا، اس لئے تبلیغ بھی مؤثر ثابت ہوئی۔

علاقہ کے قریہ قریہ میں جاکر آپ نے اسلام کا پیغام پھیلایا، علاوہ ازیں اس پیغام کی بیسیوں کتابوں میں تشریح کی، ان کتابوں میں سے بیشتر کی زبان ہریانوی ہے، اس طرح آپ نے اس بولی (زبان) کو اس قابل بنادیا کہ اسمیں معرفت اور شریعت کے بیان کرنے کی صلاحیت پیدا ہوگئی، ساتھ ہی تحریک کے لئے مذہبی ادب کا ذخیرہ پیدا کرکے اسے دیرپا بنادیا۔ لیکن جن کے لئے یہ کتابیں لکھی گئیں وہ باستثنا چند حرف شناسی سے نابلد تھے، اس لئے آپ نے شعر کو وسیلۂ اظہار بنایا، جس کا اثر یہ ہوا کہ اس تحریک کے کارکنوں اور ائمہ مساجد کے ذریعے یہ اشعار ان پڑھ عوام تک پہنچ گئے، شعر کی اثر آفرینی مسلّمہ ہے اسطرح احکام قرآنی، احادیث، سیر نبویؐ، ضروری مسائل فقہ، آپ کی حیات ہی میں ہر [illegible] کی زبان پر جاری ہوگئے، آج ہزاروں ابجد ناشناس ایسے ہیں جنھیں کبھی علماء کی صحبت میسر نہیں ہوئی مگر ان اشعار کی بدولت ضروری مسائل فقہ اور دوسری ضروریات دین سے واقف ہیں۔

طب میں آپ کو دسترس حاصل تھی جس گاؤں میں جاتے وہاں مریضوں کا معائنہ فرماتے اور اس میں مسلم و غیر مسلم کی کوئی تمیز نہیں تھی، پاس دوا ہوتی تو وہ بھی مفت دیتے، بنی نوع انسان کے ساتھ اس قسم کی ہمدردی ہمیشہ اور ہر جگہ تبلیغی مساعی میں ممد و معاون رہی ہے۔

دورانِ سفر جہاں مسجد نہ ہوتی وہاں مسجد بنواتے ورنہ تعمیر مسجد کی تحریک کرتے، .... رہتک میں بیوپاریوں کی مسجد آپ کی ترغیب سے بنی، اس کی بنیاد بھی آپ کے ہاتھ سے رکھوائی گئی، انھیں بیوپاریوں نے پاکستان آکر ملتان کی گرمنڈی میں جو عالیشان مسجد تعمیر کرائی ہے اس سے متعلق مدرسہ کا نام "مدرسہ رمضانیہ" رکھا ہے، رہتک کی عیدگاہ بھی آپ ہی کی تحریک کا نتیجہ ہے،

جہاں جاتے ہر جگہ مسجد تعمیر کرانے کی سعی فرماتے اسطرح مسلم راجپوتوں میں تعمیر مسجد کا شوق پیدا ہوا تو وہ رفتہ رفتہ اسلام سے قریب تر ہوتے گئے.... اس سے پہلے ان برائے نام مسلمانوں کے جذبۂ عبودیت کی تسکین کسی ٹھاکر دوارے یا دیبی کے مندر میں ہوتی تھی، ان کا کوئی الگ معبد نہ تھا نہ مرکز، ان مساجد کو مرکز بناکر آپ نے اصل کام شروع کیا، یعنی اصلاح عقیدہ وعمل، ان کے بن جانے سے مسلم راجپوتوں کو پہلی بار احساس ہوا کہ ہم اپنے ہم نسل ہندو راجپوتوں سے جداگانہ حیثیت رکھتے ہیں، یہ احساس پیدا کرنے کے بعد آپنے حکیمانہ طریق سے انکی خوئے غارت گری اور ایک ایک کرکے ہر رسم شرک و بدعت ختم کردی۔

کسی مشرکانہ رسم سے معاشرہ کو کسی حتمی علاج کی غیر موجودگی میں نکالنا کارے دارد ہے، آپ نے سالہا سال کی کوششوں کے بعد سیتلا دیوی کے کریہہ المنظر بت پر گلگلے اور پوڑوں کے نذرانے کو ایک میٹھے روزے کا اجرا کرکے اس طرف پھیر دیا، اس دن لڑکیاں بڑی بڑی اور میٹھی روٹی پکاتیں اور عورتیں ان روٹیوں سے افطار کرتیں، اور مسلم راجپوتوں کے دلوں سے احترام گاؤ کم کرنے کی خاطر بی بی مریم کے روزے کا اجرا کیا۔ یہ روزہ بعض لوگ اب تک سترہ رجب کو رکھتے ہیں، عوام اس رسم کو روٹ بوٹ کہتے ہیں۔ اس روز گائے کا بھنا ہوا گوشت "ایک ایک پاؤ کی بوٹی" روغنی روٹی پر رکھ کر عزیز واقارب میں تقسیم کیا جاتا، اس طرح رسوم و توہمات سے بھی چھٹکارا میسر ہوجاتا، طمانیت قلب بھی مل جاتی اور لذتِ کام ودہن بھی، غرض جس قدر جتنی بھی غیر شرعی باتیں راجپوتوں کے مسلم معاشرہ میں سرایت کیے ہوئے تھیں ختم ہوگئیں، یہاں آپ کی ایک تصنیف "عقائد عظیم" سے ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے اس سے اندازہ ہوگا کہ ہریانہ کی نومسلم اقوام میں اس وقت کون کون سی مشرکانہ رسوم تھیں:-

"..... طاغوت اسے کہتے ہیں. جیسے کوئی ایک زبردست کو ڈرتا ہوا پوجے جیسے بھوت یا پریت کا اوتار یا اوتاری، جیسے شیخ سدو کا بھوکی، باؤلی ہونے کے ڈر سے بکرا یا بکری، یا سرور سلطان کے ڈر سے، کہ کوڑھی کردے گا، برائے کو سجدہ کرے یا پوجے یا بھڈر یعنی کالی گائے یا گوگا کے ڈر سے کہ سانپ سے کٹوادے گا رت جگا کرے، سیتلا کے ڈر سے خوشامد کا مارا بت خانہ میں جاکر بُت پوجنے لگے تو کفر میں پڑے۔

اور وثن وہ چیز ہوتی ہے کہ اللہ تعالٰے نے ایک چیز کو عجائب یا خوبصورت پیدا کیا اور کوئی اسے پوجنے لگ جائے، یا پتھر میں آگ نکلنے لگے کوئی دیبی نام رکھ کر کوئی حاجت مانگنے لگے یا سجدہ کرے یا کسی بزرگ کے مزار کا جاہ وجلال دیکھ کر سجدہ کرنے لگے جیسے حویلی بنائے، ایک طاق اس میں پیر کا ٹھہرادیا، یا ایک بت خانہ بناکر کسی بزرگ کا نام لے کر زمین کو لیپ دیا یا تعزیہ بناکر اس کی طرف سجدہ کرنے لگے یا طواف کرنے لگے، یہ سب شرک ہے"۔

(ص ۳۴ - ۳۵)

نومسلموں اور ان کی اولاد کو ہندوؤں سے تمیز کرنا مشکل تھا، ہریانہ کے ہندو بھی داڑھی رکھ لیا کرتے تھے، آپ نے یہ نہایت ہی مفید کام کیا کہ مسلم راجپوت مردوں نے دھوتی چھوڑ کر تہ بند اختیار کیا، اور خواتین نے گھاگرا ترک کرکے پاجامہ وشلوار کا استعمال شروع کردیا۔

یہ اور بہت سی اور باتوں کا یہ اثر ہوا کہ معاشرتی اعتبار سے مسلم راجپوت اپنی قدیم ہندو برادریوں سے قطعی مختلف ہو گئے، رسمِ دختر کشی ختم ہوئی، رہزنی اور غارت گری چھوٹی، زراعت اور فوجی ملازمت کی طرف توجہ ہوئی، اخلاق و عادات میں ایک انقلاب برپا ہو گیا، جمود ٹوٹا اور ترقی پذیر معاشرہ وجود میں آیا، مسلم سماج کا ظہور ہوا، ہر طرف قال اللہ و قال الرسول کے چرچے ہونے اور سنائی دینے لگے، متعدد غیر مسلم اپنے عقائد اور رسم و رواج کے مقابلہ میں ایک بہتر اور ستھرا نظامِ حیات دیکھ کر حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے آپ کے دستِ حق پرست پر ہزاروں غیر مسلم ایمان لائے، پھر بھی کوئی تحریر ایسی نہ مل سکی جس سے یہ اندازہ ہو سکے کہ ہندو اپنے مذہب کے لئے آپ کو ایک خطرہ سمجھتے تھے، ایسا ہونا تو چاہیئے تھا ضرور، مگر تعجب ہے، صورتِ حال اس سے مختلف ہے، دورانِ سفر وہ گاؤں بھی پڑتے تھے جہاں کُل آبادی ہندوؤں کی تھی، آپ بستی سے باہر کسی درخت کے نیچے بیٹھ جاتے، ہندو بھی زیارت کے لئے آتے، اور جب آپ وہاں سے اُٹھ کر چلے جاتے تو توہم پرست ہندو جاٹ اس جگہ کو اتنا مقدس سمجھنے لگتے کہ وہاں ایک چبوترہ بنا دیتے۔ ۱۹۴۷ء تک کئی ہندو دیہات کے باہر "شاہ مجان کے چبوترے" موجود تھے۔ ممکن ہے اب بھی ہوں، اس نیک نفس پاک باز عظیم شخصیت کی ذات سے غیر مسلموں کی عقیدت کچھ ایسی غیر متزلزل تھی کہ آپ کی شہادت کے ڈیڑھ صدی بعد بھی، آپکے خاندان کے ہر فرد کو ہندو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے یہاں تک ۱۹۴۷ء میں جب اور مقامات کی طرح ضلع رہتک میں میں بھی جنگل کا قانون رائج ہوا اور انسانوں نے درندوں سے زیادہ سفاکی دکھائی اور انیس[۱۹] ہزار بیگناہ مسلمانوں کو صرف ضلع رہتک میں شہید کر دیا گیا۔ اس پر آشوب زمانے میں بھی مہم کا وہ محلہ محفوظ رہا جہاں ہادی ہریانہ کا خاندان آباد تھا۔ یہی نہیں بلکہ ہندو جاٹ انخلاء کے وقت اپنی بیل گاڑیوں میں بٹھا کر ان میں سے بعض کو بحفاظت قصبہ کاہنور میں چھوڑ کر گئے جہاں سے وہ پاکستان گئے۔ یہ دراصل تفسیر ہے مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ کی، یعنی جو خدا کا ہو جائے تو پھر کائنات کا ذرہ ذرہ اس کا خادم بن جاتا ہے۔

مخالفت

اگر کسی مصلح کی مخالفت نہیں ہوئی تو سمجھ لیا جائے کہ اس نے معاشرہ میں کوئی اہم تبدیلی نہیں کی[۱]۔ ہندوؤں کی مخالفت کا بیان تو کوئی نہیں ملا، البتہ حکومت نے آپ کی جاگیر ضبط کر لی، اور بعض مسلمان نمبردار آپکی تحریک کو ناکام بنانے میں اپنے تمام وسائل حرکت میں لے آئے، عوامی بیداری اور دینداری سے اس طبقہ کے مفاد پر زد پڑتی تھی۔ تکلیف دہ مخالفت ان کی طرف سے ہوئی جن سے تعاون کی امید تھی۔

---

[۱] یہاں مجھے ایک واقعہ یاد آیا: ۱۹۵۹ء میں ایک دوست سے ملنے کی خاطر پاکستان گیا، بہت ذہین، باشعور اور سنجیدہ آدمی ہیں، نام ہے کمال الدین، کمال سالار پوری اردو کے بہت مشہور شاعر بلند پایہ ادیب۔ ایک دن باتوں باتوں میں کہنے لگے: "اگر کسی جماعت کی مخالفت نہ ہو تو سمجھئے جماعت باطل ہے اہلِ حق میں سے نہیں اور وضاحت کرتے ہوئے ایک خاص جماعت کا نام لیا کہ نصف صدی ہونے کو آئی مگر ابھی تک اس کی ہر طبقہ میں پذیرائی ہے"۔

میں نے کہا: "یہ اندازِ فکر مناسب نہیں، فکر کو وسیع، کشادہ، صاف اور سنجیدہ رکھنا چاہیئے، اس قسم کی باتوں سے کوئی دینی مہم سر نہیں ہوتی، بلکہ باہمی رنجشیں روابط کو ڈھیلا کر دیتی ہیں۔ مجھے اس وقت یہ بات نادر اور اجنبی سی لگی، مگر اس کے بعد جب بھی کبھی یہ تصور

آپ کے درویشوں کی جماعت میں ایک ممتاز بزرگ مولوی نور محمد صاحب تھے، رانیہ کے باشندے مگر رہائش بیگھڑ میں تھی، رام پور کے

(بقیہ حاشیہ)
ذہن میں آیا کچھ نقوش ضرور چھوڑ گیا، آخر کبھی نہ کبھی تو اس پر سنجیدگی سے غور کرنا ہی تھا۔ اب ایک دانش مند مفکر کا یہ مقولہ سامنے آگیا۔ جو چھ صدیوں سے علم وعمل، اصلاح وتذکیر، احسان ومعرفت، تصوف وسلوک اور قدیم وجدید علم ونظر سے بہرہ ور خانوادہ سے منسلک ہے گویا اجنبی اور مخالف ماحول کی پیداوار نہیں ___ دراصل انسان فطرتاً صالح پیدا ہوتا ہے، صالح افراد سے تشکیل یافتہ سماج بھی صالح ہوگا فطرت کے اس چمن کو سدابہار بنانے کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام مبعوث ہوئے، حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چمن کی زیبائش ورعنائی کو منتہائے کمال پر پہنچا دیا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ۔ اب اس چمن کی آبیاری یا بالفاظِ دیگر صلاح وفلاح نام ہے انبیاء کرام علیہم السلام کی مکمل اتباع ومطابقت کا، زندگی کا ہر گوشہ انکی تعلیمات سے شاداب، دل ودماغ ان کے انفاس قدسیہ سے معمور وگرم اور فکر ونظر ان کی تجلیات سے روشن وتابندہ۔ اب صلاح وفلاح کی ذمہ داری علماء کے سپرد ہے، اب جب بھی تذکیر واصلاح کا کام موقوف ہوتا ہے یا مضمحل تو شر وفساد کے جراثیم انسانی فطرت کو متاثر کرکے آمادۂ معصیت کر دیتے ہیں، معصیت تمرد وسرکشی بن جاتی ہے، پھر انسان کا حریف ازلی اس تمرد وسرکشی اور اس معصیت کی تزئین کاری میں لگ جاتا ہے، اور اس میں اس قدر رنگ آمیزی کرتا ہے کہ انسانی قلوب اس کے گرویدہ ہو جاتے ہیں، یہ گرویدگی وشیفتگی انسانی دلوں کو ___ جو تجلیات ربانی سے معمور تھے ___ معصیت نگر بنا دیتی ہے، گناہ صغیرہ پر اصرار جہاں اسے کبیرہ بنا دیتا ہے وہاں وہ انسان کو اس کا عادی بھی کر دیتا ہے، پھر منکرات کا شیوع ہوتا ہے، اس ماحول میں حق کی آواز بلند ہو اور اس کے مخالف پیدا نہ ہوں سمجھ میں نہ آنے والی بات ہے مطلوب وپسندیدہ اشیاء سے علیحدہ

فارغ التحصیل تھے، اپنے پیر ومرشد حضرت شاہ محمد رمضانؒ سے عقیدت میں اس قدر غلو کرتے کہ فرماتے: "جس شخص پر حضرت شاہ محمد رمضانؒ کی بہلی کی خاک اڑکر پڑ جائے وہ جنتی ہو جاتا ہے"۔ مگر جب آپنے حافظ مستقیم کو بیگھڑ میں اپنا خلیفہ مقرر کیا تو یہ بزرگ جماعت سے کنارہ کش ہو گئے۔ تحریک کے تمام اچھے پہلوؤں کو نظر انداز کر کے آپکے وحدت وجود کے نظریہ

(بقیہ حاشیہ) کرنا سہل نہیں، خواہشات پامال ہوتی ہیں، اثر ورسوخ پر اثر پڑتا ہے، اقتدار کی چادر تار تار ہوتی ہے، فسق وفجور کی اجارہ داری ختم ہوتی ہے، ان میں سے کسی نہ کسی مصلح کا واسطہ پڑتا ہے اور پھر مخالفت ضروری ولابدی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اعلان نبوت سے پیشتر نہ صرف ہر طبقہ میں مقبول ومحبوب تھے بلکہ آپ کی پذیرائی اس سے بھی آگے تھی، آپ الامین الصادق تھے، مگر جیسے ہی آپنے 'لاالٰہ الااللہ' کی دعوت دی مخالفتوں کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا، کیوں؟ آپنےؐ ان کے محبوب معبودوں کی نفی کر کے ان کے جذبۂ عبودیت کو ٹھیس پہنچائی، ان کے حیطۂ اقتدار کو ڈھیلا کر دیا، ان کے رگ وریشہ میں سرایت کی ہوئی بدی (بت پرستی) کا استیصال فرمایا۔ یہ ہے مسنون طریقۂ اصلاح وتذکیر۔ دلوں کو آمادۂ صلاح کرنے کے لئے اولاً شجر معصیت کی بیخ کنی 'لاالٰہ' پھر صلاح وفلاح کی کاشت 'الااللہ'، یہ ہے کانٹوں کی سیج اور اگر صرف نیکی پھیلائی، برائی کو ہاتھ نہ لگایا، تو گو بظاہر بھلا معلوم ہوتا ہے مگر فطرت اور سنت کے عین ضد ہے۔ "نیکی اس قدر پھیلاؤ کہ برائی دب جائے"۔ اس راہ میں اگر تکلیف نہیں ہے تو باعثِ حیرت کیوں۔؟ انبیاء علیہم السلام کی راہ میں ہوتی ہیں تکلیفیں اور یہ راستہ نہ فطرت کے مطابق ہے نہ سنت کے موافق۔ اعاذنا اللہ منہ

کو خوب اچھالا، کفر کے فتوے حاصل کئے، حد یہ ہے کہ موصوف کی...
معتقدین خواتین اپلے تھاپتے وقت اس طرح گاتی تھیں " ردمی کافر، جامی
کافر، ہمی کافر ہے"۔ حضرت ہادی ہریانہؒ کی کتاب "بلبلِ باغ نبیؐ" کے مقابلہ
میں پنجابی نظم میں "شہباز شریعت" لکھی، بلبل کے مقابلہ پر شہباز لانے
سے دم خم کا اندازہ ہوتا ہے، انداز یہ ہے :-

" شہباز رسالہ شریعت والا پائے پیا وچ ڈھاراں ۔ سنو رنگیلی بلبل ماری چڑیاں لکھ ہزاراں"

... بات یہاں تک بڑھی کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کو
حکم بنایا گیا جنھوں نے ہادی ہریانہؒ کے حق میں فیصلہ دیا.....

(روضۃ الرضوان، نقیب الاولیاء)

تصانیف

اب سے نصف صدی پیشتر صاحب نقیب الاولیاء نے
لکھا :-

"آپ کی تصانیف کی قبولیتِ عام کا بلا مبالغہ یہ حال ہے
کہ میوات، ہریانہ، سوتر، نواح دہلی غرض ملک کے ہر
حصہ میں کوئی گھر خالی نہیں جہاں عقائد عظیم، آخر گت،
بلبل باغ نبیؐ موجود نہ ہوں۔"

ہمیں آپ کی مندرجہ ذیل تصانیف کا علم ہے :-

(۱) عقائد عظیم (۲) آخر گت
(۳) بلبل باغ نبیؐ (۴) رنگیلی
(۵) وصیت نامہ (۶) ترجمہ قصیدۂ امالی
(۷) ادب چھوکرہ (۸) بوڑھی بیاض

(۹) فتاوی محمدی : ہریانی نظم (۱۰) رسالہ برق لامع
(۱۱) رسالہ رمضانی
(۱۲) رسالہ ردروافض : ایک شیعہ عالم کے سوالات اور فارسی نثر میں انکے جوابات۔
(۱۳) متفرقات : یہ کسی کتاب کا نام نہیں، اس میں منظوم شجرے بعض بزرگوں
کی شان میں فارسی قصائد، شاہ غلام جیلانی کے نام فارسی
میں ایک خط، اوراد و اعمال وغیرہ ہیں

سفر حج

۱۸۲۴ء میں آپ ساتھ مخلصین کو لے کر فریضہ حج ادا کرنے
روانہ ہوئے، ساحل سمندر تک کچھ سفر پیدل اور کچھ بہلی میں کیا، راستہ
میں ہر مقام پر وعظ و تذکیر کی مجالس گرم رہیں، مدھیہ پردیش کے شہر مندسور
میں کئی روز قیام رہا، روزانہ وعظ ہوتا اور لوگ پروانہ وار وعظ میں شریک
ہوتے کچھ بوہرے بھی آپ کے وعظ سے متاثر ہوئے تو بوہرہ جماعت نے
آپ کے جلسوں میں گڑبڑ پیدا کرنے کی کوشش کی، حج قریب تھا اس لئے آپ
جہاز پر سوار ہو گئے، جہاز میں بھی وعظ و تلقین کا سلسلہ بدستور جاری رہا
آپ کے گرد ہمیشہ ہجوم لگا رہتا، حج بیت اللہ اور زیارت روضۂ اقدس
کرکے آپ عازم ہندوستان ہوئے۔

شہادت

حج سے واپسی پر مندسور میں آپ کا شاندار استقبال
ہوا، آپ نے مسجد میں قیام فرمایا، اس مسجد کے پاس کچھ بوہروں کے مکان
تھے، خلافِ معمول منگل کے دن آپ نے کپڑے بدلے، خوشبو لگائی، آپ اور
آپ کے ہمراہی نماز کے بعد مسجد میں مراقب تھے اور معمولات و مشاغل میں مصروف

کہ بوہروں کی ایک جماعت شور و غل کرتی ہوئی مسجد میں آ گھسی، اس وقت
مسجد میں آپ کے پانچ ہمراہی حاجی رحمت خاں، حاجی گل محمد خاں ولایتی
حاجی نور محمد کانپوری، حاجی قمرالدین سکنہ دانگ، حصار، اور سید عبدالقادر
تھے، نیز سید احمد علی کرنالی، قاضی معین الدین مانڈل گڑھ والے اور پرتاپ
گڈھ کے قاضی صاحب مصروفِ عبادت تھے، قاضی صاحب پرتاپ گڈھ
والے پچاس آدمیوں کو ساتھ لائے تھے کہ حضرت ہادیٔ ہریانہ کو اپنے یہاں
لے جائیں، یہ پچاس آدمی شہر میں کہیں اور جگہ مقیم تھے، مسجد میں مقیم ان
حضرات نے بوہرہ ہڑ بازوں کو مسجد سے نکالنے کی کوشش کی، اسی اثنا
میں ایک مسلح ٹولی نے مسجد پر ہلہ بول دیا، حاجی رحمت خاں نے بندوق
اٹھائی اور شست باندھی ہی تھی کہ آپ نے روک دیا اور فرمایا: "پہل کرکے
ثواب گھٹاتے ہو"۔ ان سے بندوق چھین لینی چاہی، بندوق نیچے گر گئی اور
اس کا کندہ ٹوٹ گیا، فوراً حملہ آوروں نے بندوقیں چلادیں، اس پر اجازت
لے کر حاجی گل محمد خاں ولایتی اور حاجی رحمت خاں تلواریں میان سے سونت کر
اٹھے، سات آٹھ بوہروں کو زخم آئے، باقی نے راہِ فرار اختیار کی، یہ بوہرے
ساتھ کے مکان پر چڑھ کر گولیاں برسانے لگے، سب جاں نثاروں نے
ہادیٔ ہریانہ کو بیچ میں لے لیا کہ آپ پر آنچ نہ آئے، اتنے میں بوہروں کی
ایک جماعت مسلح مسجد کا دروازہ توڑ کر اندر آگھسی، یہ جمعیت بہت بڑی تھی
ان میں چالیس تو فریدی عرب تھے جو نشانہ بازی میں مشہور تھے، اور بوہروں
نے ایسے موقعوں پر استعمال کرنے کے لئے ملازم رکھے ہوئے تھے، انکے
ساتھ سیکڑوں اور تھے، دست بدست لڑائی میں تو کچھ دیر مقابلہ رہا آخر
"شجرِ ولایت" کے برگ و بار جھڑنے لگے، سب سے پہلے حاجی رحمت خاں نے

زیرِ ناف گولی کھائی اور شہید ہو کر زمین پر گر پڑے، ان کے بعد قاضی معین الدین
مانڈل گڑھ والے کی باری آئی، پھر سید عبدالقادر نے جامِ شہادت پیا، بعد ازاں
سید احمد علی جاں بحق تسلیم ہوئے، حاجی گل محمد کے دونوں پاؤں کٹ گئے اور حاجی
نور محمد کے اول ایک کاری زخم تلوار لگا پھر ایک گولی ران میں ایسی لگی کہ بیتاب
ہو کر گر پڑے، حاجی قمرالدین اور قاضی جی پرتاپ گڈھ والے بھی سخت
مجروح ہوئے۔

قافلہ سالار حضرت شاہ محمد رمضانؒ ساتھیوں کی شہادت سے پہلے ہی
بازو میں دو گولیاں کھا چکے تھے، ان بہادروں کے شہید ہونے کے بعد دو گولیاں
اور آپ کے سینۂ مبارک میں آکر لگیں، ایک گولی جبینِ مبارک پر ایسی لگی کہ دماغ کو
چیرتی ہوئی دوسری جانب نکل گئی، آپ معاً سجدے میں گرے اور طائرِ روح
نفسِ عنصری سے پرواز کر گیا[1]۔ یہ واقعہ ۲۸ جمادی الاول ۱۲۴۰ھ مطابق
۱۸/۱/۱۸۲۵ء کا ہے۔ ابھی حملہ آوروں کا جوشِ انتقام ٹھنڈا نہ ہوا تھا،
انھوں نے ہادیٔ ہریانہ کی نعش کو خنجر و تلوار کے پینتالیس زخم لگائے، آپ کا
سامان اور قیمتی کتب خانہ لُوٹ کر چلے گئے، ہادیٔ شہیدؒ کے باقی ماندہ ساتھی
جو کہ ناکہ بندی کے باعث پہلے نہ آسکے تھے اب آگئے، زخمیوں کو پانی
پلایا، اور نعشوں پر آنسو بہا کر چادریں ڈال دیں۔

فوراً ہی ایک آدمی نیمچ چھاؤنی بھیجا گیا، جہاں انگریز انڈر کا رسالہ پڑا
پڑا ہوا تھا اور جس میں ہادیٔ ہریانہؒ کے معتقد ہریانی سپاہی تھے، قاضی شہر
حاکمِ مندسور کے پاس گئے اطلاع کی مگر وہ پہلے سے ہی فتنہ پردازوں سے ملے

---

[1] روضۃ الرضوان، ص ۱۰۸، ۱۰۹

ہوئے تھے، لوگ افسوس کرتے ہوئے مسجد میں جمع ہو گئے، اور پھر شہر میں ہر طرف فساد برپا ہو گیا، لوگوں نے بوہروں کو قتل کرنا شروع کیا۔ میواتی معتقدین نے اس سلسلہ میں پیش قدمی کر کے اپنی جاں نثاری کا ثبوت دیا، یہ لوگ بھوپال اور گجرات میں بھی پھیلے ہوئے تھے انھیں شاہ محمد رمضانؒ سے اجتماعی عقیدت و محبت تھی، انھیں اپنا محسن و مرشد تصور کرتے تھے۔ کرنل الیگزانڈر نے ایک دستہ فوج مندسور بھیجا، شہر کا نظام فوج نے اپنے ہاتھ میں لیا تو فساد فرو ہوا۔ قاضی شہر نے آپ کی نعش کو پالکی میں رکھا اور دوسرے شہدار کو چارپائیوں پر لٹایا، نماز جنازہ پڑھنے کے بعد باقی شہدار تو وہیں دفن کر دیئے گئے اور آپ کی نعش پورے فوجی اعزاز کے ساتھ نیمچ چھاؤنی لے گئے، وہاں لکڑی کے تابوت میں رکھ کر چھ ماہ کی میعاد پر نعش مبارک سپرد خاک کی گئی۔ رحمہم اللہ تعالیٰ

حضرت ہادیؒ ہریانہؒ کے برادر اصغر شاہ محمد اسماعیلؒ چالیس معتقدین اور سولہ کہاروں کو لے کر ۱۲ر رمضان ۱۲۴۰ھ کو نیمچ پہنچ گئے، ۵ر شوال کو تابوت نکالا اور زخمی ہمراہیوں کو لے کر یہ قافلہ مہم کو روانہ ہوا، راستہ میں ہر بستی کے لوگ جوق در جوق زیارت کو آتے اور ہر جگہ نماز جنازہ ادا کی جاتی، جب یہ قافلہ مہم پہنچا تو گرد و نواح کے لوگ اور سارا قصبہ ٹوٹ پڑا، قصبہ کے باہر ہی تمام رات نماز جنازہ ہوتی رہی، ۴ر ذی قعدہ ۱۲۴۰ھ کو آپ مہم میں سپرد خاک کیے گئے۔ بعد میں اس قبر پر شیخ بہادل بخش تحصیلدار اور رئیس بادل کانٹی نے سادہ سا مقبرہ بنوایا، کچھ عرصے بعد جھجر کے نواب سپہ سالار عبدالصمد خاں نے اس پر استرکاری کرائی آپکے عرس ۲۶-۲۷-۲۸ر جمادی الاول کو ہوتے رہے، مگر یہاں صرف

قرآن خوانی اور نعت خوانی ہوتی تھی۔ قوالی کی اجازت نہ تھی۔

اولاد آپنے صرف ایک شادی کی جس سے دو فرزند پیدا ہوئے اور تین لڑکیاں۔ فرزند تو صغر سنی ہی میں وفات پا گئے، لڑکیوں سے آپکی نسل چلی۔

خلفاء زندگی بھر آپ خلق خدا کی ہدایت و رہنمائی میں مشغول رہے، مگر روحانی فیض آپ کا اب بھی جاری ہے، جن خلفاء کے نام معلوم ہو سکے:-

(۱) مولوی شاہ محمد غوث گنگوہیؒ: شاہ عبدالکریم چشتیؒ کے فرزند تھے جو شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کی اولاد سے تھے، آپ سے ہادیؒ ہریانہ کے بھتیجے اور داماد شاہ عبدالغنی مہمیؒ نے خلافت پائی۔

(۲) شیخ عظیم الدین مہمیؒ: خاندان سے صرف یہی آپکے خلیفہ تھے، ان کے اولاد کا سلسلہ جاری نہیں، انھوں نے شاہ محمد رمضانؒ کے حالات پر فارسی میں دو کتب میں 'انیس الاعتقاد' اور 'صراط العرفان' لکھیں، اول الذکر کا وہ قلمی نسخہ ہمارے پاس ہے جس کے کاتب خود مصنف ہیں۔

(۳) میاں جی محمد شاہ ولایتیؒ
(۴) میاں امیر حسین علیؒ
(۵) قاضی غلام فتح آبادیؒ
(۶) پیر جی شہاب الدین ساکن جھنجھنوںؒ
(۷) میاں شاہ محمد لودلہ ساکن بیگھڑؒ
(۸) حافظ رحمتؒ
(۹) حافظ مستقیم بیگھڑ
(۱۰) قاضی دینار نابیناؒ
(۱۱) حافظ قلندر بخشؒ
(۱۲) مولوی احمد یار خاں فتح پوری
(۱۳) میاں جلال شاہؒ
(۱۴) میاں جماعت علی شاہؒ

(۱۵) میاں حاجی خدابخش سکنہ اہرداں ضلع حصار

(۱۶) مولوی خدابخش ڈسکوی : عسل پور کے باشندے . سائیں رحمت شاہ کے والد ، راجپوت ، حافظ قرآن اور عالم فاضل تھے ۔

(۱۷) پیر امیر بخش رہتکی ۔

(۱۸) قاری محمد بیگ دہلوی : آپ کے علاوہ ہادی ہریانہ رح نے دور کسی کو سلسلۂ نقشبندیہ میں بیعت نہیں کیا ۔

(۱۹) حافظ محمد ضیاء الدین : مولوی معین نارنولی کے فرزند تھے ، انھوں نے ہادی ہریانہ رح کے نظریۂ وحدۃ الوجود پر خیالات ایک رسالہ میں جمع کئے ہیں

(۲۰) میاں شاہ پیر محمد : نواحِ بھٹنڈہ کے رہنے والے مگر اوائل عمری ہی میں پٹیالہ کے نواح میں آبسے تھے ، سائیں رحمت شاہ ڈسکوی ، فتح محمد نابینا جیسے بزرگ آپ کے مرید ہیں ۔

(۲۱) میاں معصوم علی : نارنول میں عریاں پھرا کرتے تھے ، ایک مرتبہ ہادی ہریانہ وہاں تشریف لے گئے تو اسی حال میں سامنے آکھڑے ہوئے ، آپ نے فرمایا : " جاؤ کپڑے پہنو ، ننگے مت پھرو " ۔ اسی وقت حالتِ جذب سے ہوش میں آگئے ، انھوں نے عمر بھر انگریزوں کے متوسلین اور ملازمین کے یہاں کھانا نہیں کھایا ۔

(۲۲) میر حیدر علی نارنولی ۔

(۲۳) میاں عبداللہ شاہ درویش : موضع منگالہ کے کائستھ تھے ، ہادی ہریانہ رح کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے ، دھلی میں رہتے تھے ، ان کے مشہور خلفاء یہ ہیں : میر اشرف علی ، میر ہاشم علی ، حاجی نور محمد کانپوری اور میاں لال شاہ ریواڑی والے ۔

(۲۴) میاں منور شاہ لاہوری : پہلے ہندو سادھو تھے ، ہادی ہریانہ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے ۔ [1]